تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّہ

# فتاوٰی رضویہ

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

ALAHAZRAT NETWORK

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

# الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ ۱۳۰۷ھ

## (دن متعین کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



**مسئلہ ۱۸۳:** سوم ودہم وچہلم وششماہی وسالیانہ کہ دریں دیار ہند مروج ست، اور ابعض علماء بدعت شنیعہ مکروہہ گویند واقوال چند بر درستی اوست وطعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند وہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار وحرام دانستہ گویند ایں طریقہ در زمانہ نبوی واصحاب کبار مصطفوی وتابعین واتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام شیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس

تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہی، برسی جو دیارِ ہند میں رائج ہے اسے بعض علماء مکروہ بدعتِ شنیعہ کہتے ہیں، اور کچھ کے اقوال یہ ہیں کہ وہ درست ہے۔ اور کسی موت کے بعد ثواب کی نیت سے جو کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو غیر مقلد ظاہری علماء فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ان کے بزرگ صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے زمانے میں

درین مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب العمل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بینوا توجروا

نہ تھا۔ بلکہ بزرگانِ دین کی نیاز کے لیے جو کھانا اور شیرینی ہے وہ مردار کی طرح ہے ۔۔۔ تو اس مسئلہ میں جو واجب العمل حکم شرعی ہو کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ بیان کریں اجر پائیں۔ (ت)

## الجواب

قولِ فیصل و سخنِ مجمل درین باب آنست کہ ایصالِ ثواب و ہدیۂ اجر باموات مسلمین باجماع کافہ اہلسنت و جماعت امریست مرغوب و در شرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من ملک الجبار در ترغیب و تصویب ایں کار وارد شدہ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر و امام علامہ فخرالدین زیلعی در نصب الرایہ و امام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور و فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی ازانہا پرداختہ اند و خود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مطلق مبتدعان زمانہ راکہ خون پنہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت و تخصیص وکالت اہدائے ثواب را انکار کنندہ و پیش خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند باز بشہادت احادیث کثیرہ و جزم و تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دو را عام ہمیں ست مذہب ائمہ حنفیہ و برین اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمہور وھو الصحیح الرجیح المنصوص باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند و ہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست مگر

اس باب میں قولِ فیصل اور اجمالی کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے ۔۔۔ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں ۔۔۔ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام علامہ فخرالدین زیلعی نے نصب الرایہ میں، امام علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں ۔۔۔ اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحبِ باطل ہو ۔۔۔ اس زمانہ کے بدمذہبوں میں معتزلیت کا چھپا ہوا خون جوش میں آگیا ہے معتزلہ کی نیابت اور خصوصی وکالت کے پردے میں ایصال ثواب کے منکر ہیں اور خود اہلسنت کے اجماعِ قطعی کے مخالف ہیں۔ پھر احادیثِ کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچنا قربتِ مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی و بدنی دونوں کو عام ہے ۔۔۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں

جمع حسن باحسن ومندوب بامندوب وزنہار یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلٰوۃ نہ شرع بانکار ایں جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن ست۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرماید اذا لم یحرم الاٰحاد فمن این یحرم المجموع[1] وہمدرانست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذٰلک المجموع مباحاً[2] تمام تحصیل این اصل انیق امام المدققین خاتم المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد در کتاب مستطاب" اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرمودہ اند واین معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ فمن شاء فلیتشرف بمطالعتہ، وخود معلّم اول طائفۂ مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبی این اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلّم است وصراطِ مستقیم چناں راہ اعتراف وتسلیم پوید، "ہرگاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہاست[3] اھ وشک نیست کہ طریقۂ ایصال ثواب دُعا بجناب رب الارباب ست

اور یہی صحیح، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر بدنی ومالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں، صدقہ بھی کریں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں، یہ حَسن کو حَسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے، ہرگز ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں ہے، نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد ہے جیسے رکوع وسجود میں قراءتِ قرآن سے متعلق ہے، پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے ـــــ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں، جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا! ـــــ اور اسی میں ہے، جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا ـــــ اس عمدہ قاعدے کا پُورا بیان اہلِ تدقیق کے پیشوا، اہلِ تحقیق کی مہر، حضرت والد قدس سرہٗ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں کیا ہے اور صحاح کی حدیث سے اس معنی کا استنباط فرمایا ہے۔ جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو ـــــ خود طائفۂ مانعین کے معلّم اوّل مولوی اسمٰعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا عُمدہ ہونا قبول وتسلیم ہے، صراطِ مستقیم میں یُوں اقرار وتسلیم کی راہ اختیار کی ہے: "جب میّت کو کوئی فائدہ

---

[1] و [2] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مکتبہ ومطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۲۷۳

[3] صراطِ مستقیم ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۴

جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراطِ مستقیم گوید "ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گزشتگان برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر و مستحسن است[1] الخ" و دست برداشتن از آداب مطلق دعاست در حصن حصین فرماید 'اداب الدعا منہا بسط الیدین، ت مس، و رفعہما[2]' یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستّہ از آداب دعا است و از ائمہ و علمائے ما چہ گوئی خود معلم ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین گوید" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیراکہ رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ نہ دارد و لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست[3] اھ" ببنید باآنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد۔ و در فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و مجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح و جہلے فاضح فقیہ بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ

پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ و اخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے اھ" ــــ اور شک نہیں کہ ایصالِ ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب الارباب جل جلالہ کی بارگاہ میں دُعا ہو۔ امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے: "جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی رُوح کو پہنچائے، اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دُعا ہے تو یہ خود بلاشبہہ بہتر اور مستحسن ہے الخ" ــــ اور ہاتھ اٹھانا مطلق دُعا کے آداب سے ہے ــــ حصن حصین میں ہے: "دُعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو پھیلائے (ترمذی، مستدرک حاکم) اور بلند کرے (صحاح ستّہ)"۔ معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا آدابِ دُعا سے ہونا صحاح ستّہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ہمارے ائمہ اور علماء کی کیا بات ہے خود طوائف منکرین کے معلم ثانی نے مسائل اربعین میں لکھا ہے: "وقتِ تعزیت کی دُعا میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف سے مطلقاً دُعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا' مگر خاص وقتِ تعزیت کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

[1] صراطِ مستقیم — ہدایت اولیٰ در ذکر بدعاتیکہ الخ — المکتبۃ السلفیۃ لاہور — ص ۵۵
[2] حصن حصین — آداب الدعاء — افضل المطابع لکھنؤ — ص ۱۷
[3] مسائل اربعین

روشن تر گفتہ ام و علمائے سنت بارہا این مدعیان
را تا خانہ رسانده و بر خاک مذلت نشانده اند۔ حاجت
تفصیل و تطویل نیست اما انچہ امام الطائفہ با وجود
تسلیم عدم ورود درین باب گفتہ است ہشنیدن
دارد۔ در تقریر ذبیحہ مطبوع رسالہ زبدۃ النصائح[1]
می گوید" ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام
خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعا و استغفار
و اضحیہ بدعت است، گو بدعت حسنہ بالخصوص است
مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر آھ"
ارباب طائفہ امام خود شان پرسند کہ با آنکہ ایں طریقہا
را عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی
چہ گونہ حسنہ می گوئی و خلاف طائفہ راہ می پوئی، باز
ذکر معانقۂ عید سنگ آمد و سخت آمد آرے تلون این
امام متبعانش را کار بجان و کار با استخوان رسانده است
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی و کلام معلم ثانی
حالا گزشت کہ با وجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ
نہ دانست۔

آثار میں منقول نہیں، اھ" دیکھئے خصوصیت کو غیر ماثور
بتانے کے باوجود، دلیل اطلاق سے جواز کو ظاہر کہا اور
اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہ جانا۔ الحاصل ان باتوں
سے شریعت میں کبھی بھی کوئی چیز بُری نہیں ہوتی، اور
ان خصوصیات کے صرف وارد نہ ہونے کو مستلزم ممانعت
سمجھنا تو ایک کھلی ہوئی غلطی اور شرمناک جہالت ہے۔
فقیر نے ربِ قدیر کی مدد سے یہ بحث "البارقۃ الشارقۃ
علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں زیادہ روشن طور پر تحریر کی ہے۔
اور علمائے سنّت نے بارہا ان مدعیوں کو گھر تک پہنچایا اور
اور خاکِ ذلت پر بٹھایا ہے۔ تفصیل و تطویل کی ضرورت
نہیں۔ لیکن امام الطائفہ نے اس باب میں عدم ورود
تسلیم کرنے کے باوجود جو کچھ کہا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔
رسالہ "زبدۃ النصائح" میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا
ہے: "کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دُعا،
استغفار، قربانی کے سوا قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا
کھلانا سب طریقے بدعت ہیں، گو خاص بدعت حسنہ
ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نمازِ صبح یا عصر کے بعد
مصافحہ۔" ارباب طائفہ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت اور
نو ایجاد قرار دینے کے باوجود "حسنہ" کیسے کہتے ہو؟ ___ اور ہمارے گروہ کے خلاف کیسے جاتے ہو؟ پھر
معانقۂ عید کا ذکر تو "سنگ آمد و سخت آمد" ان کے لیے بڑی سخت چٹان ہے ___ اس امام کی تلون مزاجی سے
اس کے متبعین کی جان و استخوان پر بن آئی ہے اور ان کا سارا کام ہی تمام کردیا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم ___ اور معلم ثانی کا کلام ابھی گزرا کہ خصوصیت ثابت نہ ہونے کے باوجود کوئی مضائقہ نہ جانا۔ (ت)

اکنون آمدیم برنقل چند اقوال دیگر از کبرا و عمائد

اب ہم کچھ اور اقوال امام الطائفہ کے بزرگان و

[1] رسالہ زبدۃ النصائح

واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تابیباک رواں اند کہ بے منع شرع تحریم فاتحہ زبان کشودن طعام فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگاں قدست اسرارہم راحرام ومردار گفتن چہ کیفرہا کہ نمی چشانند وکدام بدروزہا نمی نشانند۔

شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خود شاں شاہ عبدالرحیم نقل کنند "می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود، قدرے نخود بریاں وقند سیاہ نیاز کردم الخ۔"[1]

در درالثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن را چناں آوردند:

"الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص مبتھجا بشاشا۔"[2]

شاہ صاحب مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند:

"برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت

عمائد اور اساتذہ ومشائخ کے نقل کرتے ہیں تاکہ ان بے باکوں کو پتا چلے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر فاتحہ کو حرام بتانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے، بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کو حرام ومردار کہنا کیسی سخت سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے بُرے دن دکھاتا ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ "وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایام وفات میں کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند سیاہ (گڑ) پر نیاز کیا الخ۔"

الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو یوں نقل کیا ہے: "بائیسویں حدیث، مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیاز کیلئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ کھانا پکواؤں، صرف بھنے ہوئے چنے میسر آئے وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کیے، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور وشادماں ہیں۔"

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

"تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگان چشت



---

[1] انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت المعارف گنج بخش روڈ، لاہور ص ۱۰۶

[2] الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۴۰

عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال
نمایند، ہمیں طور ہر روز مے خواندہ باشند اھ؎۱
لفظ شیرینی وفاتحہ ہر روز از یاد مرو۔
او شاہ صاحب مسطور در ہمعات گویند:
"ازینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت
قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن
برائے ایشاں؎۲۔"
شاہ صاحب مزبور در فتویٰ مندرجہ زبدۃ النصائح
گویند: "اگر ملیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے
بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورانند
مضائقہ نیست جائز ست وطعام نذر اللہ اغنیاء
را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ
شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائز ست؎۳۔"

شاہ صاحب مرحوم در انفاس العارفین
نگارند: "حضرت ایشاںعہ در قصبہ ڈاسنہ بزیارت
مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند و شب ہنگام بود
دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند
کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم

کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت
طلب کریں، اسی طرح روز پڑھتے رہیں" اھ
شیرینی، فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔
(۳) یہی شاہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں:
"یہیں سے ثابت ہے اعراس مشائخ کی نگہداشت
اور ان کے مزارات کی زیارت پر ملازمت اور ان
کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام۔"
(۴) یہی شاہ صاحب "زبدۃ النصائح" میں مندرج
فتویٰ میں لکھتے ہیں: "اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان
کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کے قصد سے ملیدہ
اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔
اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن
اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں
اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے۔"



(۵) یہی شاہ صاحب "انفاس العارفین" میں لکھتے
ہیں: "حضرت (یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم
صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت
کے لیے گئے تھے، رات کا وقت تھا، اسی وقت فرمایا
کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں

---

عہ یعنی والد و مرشد ایشاں شاہ عبدالرحیم ۱۲ (م)

یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم ۱۲ (ت)

---

۱؎ الانتباہ فی سلاسل الاولیاء ذکر طریقہ ختم خواجگان چشت برقی پریس دہلی ص ۱۰۰
۲؎ ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد سندھ ص ۵۸
۳؎ زبدۃ النصائح

منقطع شد و ملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیا مد طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بر نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آں جا باشد تا تناول کند۔"[1]

کہ کچھ کھا کر جاؤ۔ توقف فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب آگئی، اُس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق سر پر لیے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے شوہر آجائیں تو اُسی وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی، شوہر اسی وقت آئے میں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول کرے۔"

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمایند: "حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام اُمت بر مثال پیران و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔"[2]

(۹) مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں، "حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور ان کی اولاد پاک کو تمام اُمت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور امورِ تکوینیہ ان سے وابستہ جانتی ہے اور ان کے نام فاتحہ و درود اور صدقات کا معمول ہے اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔"



ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر مخالف برقے ست خاطف یا ریگے قاصف حرف حرف بخاطر باید داشت و از مخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب بطور شما جمیع اُمت را صراحۃً گمراہ و مشرک گفتند یا نہ و خود لہ چنیں امور را تجویز و تحسین نمودہ کافر و مشرک شدند یا نہ۔ بر تقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام و مرید مریدِ ایشاں ست در صراطِ مستقیم بمدح ایشاں

یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ایک ایک حرف مخالف کے سر پر برقِ خاطف یا تباہ کُن بگولا ہے دل میں محفوظ رکھنا چاہیے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو صاف صاف گمراہ اور مشرک بتایا یا نہیں؟ اور خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر و مشرک ہوئے یا نہیں؟ بر تقدیرِ اول، امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی جو ان کے غلاموں کا غلام، اور ان کے

---

[1] انفاس العارفین (اردو) دعوتِ مخدوم الدیہ المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور ص ۱۱۲

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

چنان تر زبان "جناب ہدایت مآب، قدوۃ ارباب صدق وصفا، زبدۂ اصحاب فنا وبقا، سید العلماء وسند الاولیاء، حجۃ اللہ علی العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین، مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز"۔

معاذ اللہ کافرے مشرکے را چنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجتِ خدا ونائبِ انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر مرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وماوا گرفتہ و در ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ اید ازیں رو برہمہ کافر بے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ؟ بینوا توجروا۔

مرید کا مرید ہے "صراطِ مستقیم"[1] کے اندر ان کی مدح میں یُوں رطب اللسان ہے "جناب ہدایت مآب، اربابِ صدق وصفا کے پیشوا، اصحابِ فنا وبقاء کے خلاصہ، علماء کے سردار، اولیا کی سند، سارے جہان پر اللہ کی حجت، انبیاء ومرسلین کے وارث، ہر ذلت وعزت والے کے مرجع، ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبد العزیز"۔

ان عظیم وجلیل الفاظ سے معاذ اللہ ایک کافر ومشرک کی تعریف کرکے، اور اسے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کرکے خود کافر ومرتد ہُوا یا نہیں؟ پھر تم سب اس کافر ومرتد کو امام وپیشوا، سردار ومقتدا اور مرجع وماوا بنا کر، اور ہر مسئلہ وعقیدہ میں اس کے خطِ فرمان پر سر جھکا کر، اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر بے دین اور مرتد ولعین ہُوئے یا کچھ اور؟ بینوا توجروا۔ (ت)

بازبمطلب عنان تابیم (اب پھر ہم مقصد کی جانب لگام موڑتے ہیں۔ ت) مولوی خرم علی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادثہ در نصیحۃ المسلمین گوید (مولوی خرم علی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثالث نے "نصیحۃ المسلمین"[2] میں لکھا ہے۔ ت):

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارھویں عبد القادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بوعلی قلندر کی، توشہ شاہ عبد الحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی رُوحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں" اھ ملخصاً۔

خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر

(۸) خود امام الطائفہ نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی

---

[1] صراطِ مستقیم خاتمہ در بیان پارہ الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۶۴

[2] نصیحۃ المسلمین چند شرکیہ رسمیں سبحانی اکیڈمی لاہور ص ۴۱

شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود، اورا ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[1]"۔

ایں لفظ "خواندہ بخوراند" نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں راہم مناطِ انکار سازند وگویند اگر ایں اجتماع اطعام وقراءت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خوانند نہ کہ خواندہ خوراند کہ عبث وباطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در "بارقۂ شارقہ" یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتنے کہ بر ایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است۔ طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام ومردار دانند وامام الطائفہ طعام وگوشت گاؤ نذرِ اولیا ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میت نباشد وصریح گوید کہ "جانورے کہ نذرِ اولیا کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند۔ تاہم در حلت جانورے سخنے نیست" فکیف کہ نذرِ اولیا بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصالِ ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور واراقت دم اثرے نبود۔ ہمیں قراءت قرآنے وتصدق طعامے بمیان آید مگر در تقریر مذکور چناں می نگارد۔ اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم وایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر

کی ہے: "اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو، اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔"

یہ لفظ "پڑھ کر کھلائے" بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے منکرین اسے مدارِ انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے کا اجتماع جائز ہوتا تو بھی چاہئے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ "پڑھ کر کھلائے" کہ عبث اور باطل ہے ——— اس باطل شبہہ کا کامل جواب ہم نے بارقۂ شارقہ میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح یہ لفظ "غوثِ اعظم" بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ "تقویۃ الایمان" کی رُو سے کھلا ہوا شرک ہے ——— طُرفہ تر یہ کہ نادان متبعین تو فاتحہ کے کھانے کو حرام ومردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کے کھانے اور گائے کے گوشت سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کی جانب تقرب مقصود نہ ہو ——— اور صاف کہتا ہے کہ "جو جانور اولیا کی نذر کیا ہو اگرچہ ایسی نذر حرام قبیح طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں ——— پھر اولیاء کی نذر عمدہ طور پر ہو تو حُرمت کیسے؟ ——— پھر بغیر نذر کے محض ایصالِ ثواب ہو تو وہ حرام کیسے؟ ——— پھر جانور کو ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی نام ونشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قراءت اور طعام



[1] رسالہ زبدۃ النصائح

گفتگو ست لیکن طعام حلال است و ہمچنیں ست حکم گوشت ۔ مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت حلال است و اگر بگوید کہ گوشتِ گاؤ خواہم خورانید نیز درست است و اگر بہمیں قصد گاؤ را نذر کند نیز رواست چرا کہ مقصودش گوشت ست ۔ و ہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقد می دہند رواست و گوشت آں حلال است۔[1] ہم در آں ست اگر ہمیں طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللہ اسرارہم کند رواست ۔ ایں قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالمِ دنیا بعالمِ برزخ منتفع بنقد و جنس و طعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالیٰ بارواح مطہرۂ ایشاں میرساند پس احوالِ ایشاں در حالت حیات و ممات برابر ست۔[2] باز می گوید " اگر نذر کند کہ بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت[3] غوث الاعظم خواہد کرد ۔ پس حکم ایں مثل حکم طعام ست ۔ اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ و اگر قبیح ست فعلش حرام است و حیوان حلال۔"[3] ایں یازدہ قول ست بعد دایام یازدہم شریف حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالےٰ عنہ و سہ از امام الطائفہ بالا گزشت و دواز شاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید و باللہ التوفیق والہدایۃ الیٰ سواء الطریق ۔

کا صدقہ درمیان میں آئے تو اس کے حرام ہونے کا کیا موقع ؟ ——— تقریر مذکور میں یوں لکھا ہے :

(۹) " اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت بر آئے تو اس قدر حضرت سید احمد کبیر کی نیاز کروں گا اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا ——— اگرچہ اس نذر میں کلام ہے مگر کھانا حلال ہے ۔ یہی حکم گوشت کا بھی ہے ——— مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت بر آنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دو من گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے ——— اور اگر اسی قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے ——— اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے ——— اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے نقد دیتے ہیں، تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے ۔"

(۱۰) اسی میں ہے : " اسی طرح اگر گزشتہ اولیا قدس اللہ اسرارہم کے لیے نذر کرے تو جائز ہے ——— فرق اتنا ہے کہ وہ عالمِ دنیا سے عالمِ برزخ میں انتقال کر جانے کے سبب نقد و جنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح پاک کو پہنچاتا ہے ——— تو ان کے احوال بحالتِ حیات اور بعدِ وفات برابر ہیں ۔"

(۱۱) آگے لکھا ہے " اگر نذر کرے کہ میری حاجت بر آئے تو دو سال کی فربہ گائے حضرت " غوث الاعظم " کی نیاز کروں گا ——— تو اس کا حکم بھی حکمِ طعام کی طرح ہے ۔

ـــــــــــــــ

[1] و [2] و [3] رسالہ زبدۃ النصائح

اگر نذر بطورِ حسن ہے تو کوئی خلل نہیں، اور اگر قبیح طور پر ہے تو اس کا فعل حرام ہے اور جانور حلال ہے۔ یہ گیارہ[1] اقوال ہیں حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گیارھویں کے ایام کی تعداد کے برابر ۔۔۔ اور تین[3] اقوال امام الطائفہ کے اوپر گزرے اور دو قول شاہ عبدالعزیز صاحب کے عنقریب آرہے ہیں، اور خدا ہی سے توفیق اور راہِ راست کی ہدایت ہے۔ (ت)

سخن گفتن ماند از تعیینِ اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم و چہلم و سرِ سال و ششماہ **اقول** و بحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دوگونہ است شرعی و عادی۔ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلاً صورت نہ بندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نکردہ باشند۔ چوں ایام نحر مر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش ازاں وقت ناروا باشد چوں اشہر حرم مر احرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را و عادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند۔ اما حدث را از زمان ناگزیرست و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود و تعیین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعیین چارہ نیست۔ ایں ہمہ تعینات بربنائے اطلاق علٰی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود ازینہا یکے را بربنائے مصلحتے اختیار کنند بے آں کہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیداست کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصاً پس ہمچوجا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع برآرند۔ عبارت معلم

اب وقت معین کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جس کا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال، چھ ماہ۔ **اقول** و بحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں، شرعی اور عادی۔

○ شرعی یہ کہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرما دیا ہے کہ (i) اس کے علاوہ وقت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہوگا، جیسے قربانی کے لیے ایامِ نحر۔



(ii) یا یہ کہ اس وقت سے اُس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا ناجائز ہو، جیسے احرامِ حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ)۔

(iii) یا یہ کہ اُس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے، جیسے نمازِ عشا کے لیے تہائی رات۔

○ عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں ۔۔۔ لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے، اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے، اس لئے کہ وجود اور تعیین ایک دوسرے کے مساوق (ساتھ ساتھ) ہیں، تو تعیین سے چارہ نہیں۔

ثانی طائفہ دربارہ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی واینک معلم اول وامام معول طائفہ در رسالہ بدعت چناں نغمہ سرا "طریق ثانی آنکہ مطلق بالنظر الٰی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماحکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الٰی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق درصورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوٰی خود حاجت بدلیلے ندارد۔ دلیل او ہماں حکم مطلق ست "[1] وبس الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف وقاعدۂ شریفہ را تحقیق بالغ و تنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ وارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست۔

یہ بھی تعینات (اوقاتِ معینہ) اطلاق کی بناء پر بطور بدلیت وہ عمل واقع کیے جانے کے قابل تھے، مگر ان ہی میں سے کسی کو کسی مصلحت کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ وقتِ معین کو صحت کی بنیاد یا حلت کا مدار یا ثواب دیے جانے کا مناط جانیں۔ ظاہر ہے کہ اس تقیید کی وجہ سے مقید، مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہ ہوگا، اور مطلق کا جو حکم ہے وہ اس کے تمام افراد میں جاری ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص سے متعلق خاص طور پر ممانعت وارد نہ ہو —— تو ایسے مقام میں راہ یہ نہیں کہ جائز کہنے والے سے خصوصیت کا ثبوت مانگیں بلکہ راہ یہ ہوگی کہ اس فرد خاص سے متعلق ممانعت کی صراحت شریعت سے نکالیں۔

اس طائفہ کے معلم ثانی کی عبارت دعائے تعزیت میں ہاتھ اٹھانے سے متعلق اوپر گزری، اور یہ طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد "رسالۂ بدعت" میں یوں نغمہ سرا ہیں "دوسرا طریقہ یہ کہ خود ذات مطلق کی جانب نظر کرتے ہوئے اس سے کوئی حکم شرعی متعلق ہو، تو مطلق اپنی ذات کے لحاظ سے تمام خصوصیات میں اُسی حکم کا مقتضی ہوگا، گو بعض افراد میں خارجی عوارض کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہو جائے (آگے لکھا) صورتِ خاص کے حکم کی تحقیق میں جو شخص زیر بحث خاص صورت کے اندر بھی مطلق کا حکم جاری ہونے کا دعوٰی رکھتا ہے وہی اصل سے تمسک کرنے والا ہے، جسے اپنا دعوٰی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس" الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد نے اس اصل اور قاعدے کی کامل اور روشن تحقیق و تنقیح اصول الرشاد میں افادہ فرمائی ہے وہاں سے اسے طلب کرنا چاہئے۔ (ت)

من باول سخن باز گردم فاقول باز اگر دریں وقت معین مرجحے حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام

میں پھر پہلی گفتگو کی طرف پلٹتا ہوں۔ **اقول** پھر اگر اس وقت معین کی ذات میں خود کوئی ترجیح دینے والی

[1] رسالہ بدعت (معلم اول)

تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسند ست چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ راہے مشاہدہ کنی۔ علی الاول مصلحت عیان ست و علی الثانی کم نہ ازاں کہ این تعیین باعثِ تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود۔ ازہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین و شاغلین و عابدین مر ذکر و شغل عبادت را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نمازِ عشا صد بار درود واگر این توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی ندانند زنہار از شرع معاتب نشوند جانِ برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ و صراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہما کتب این فن کہ اکابر و عمائدِ طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے چیزہا ازین تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از تاقیت شرعی نشانے ندارد۔ ہیہات خود از تعیینِ ایام و اوقات چہ گوئی آنجا تو دہا ست از اعمال و اشغال و طُرق و ہیات محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے و خبرے پیدا نبود و ایناں را باحداث و ابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گویند: "صحبتنا و تعلمنا آداب الطریقۃ متصلہ الی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلک الاشغال[1]"۔

چیز موجود ہے جو اسے اختیار کرنے کی باعث ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جب تمام اوقات یکساں اور برابر ہوں تو صاحبِ اختیار کا ارادہ ترجیح دینے کے لیے کافی ہے، جیسے دو جام یکساں ہیں اور پیاسا اپنے ارادے سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح دو راہیں یکساں ہیں اور چلنے والا کسی ایک کو اختیار کر لیتا ہے۔ پہلی صورت میں تو مصلحت خود عیاں ہے ــــ اور دوسری صورت میں کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اس کو معین کر لینے سے یاد دہانی اور آگاہی ہوگی اور یہ ٹلنے اور فوت کر ڈالنے سے مانع ہوگی ہر عقل والے کا وجدان خود گواہ ہے کہ جب کسی کام کے لیے کوئی وقت معین رکھتے ہیں تو جب وقت آتا ہے وہ کام یاد آجاتا ہے ورنہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فوت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین، شاغلین، عابدین اپنے ذکر و شغل اور عبادت کے لیے اوقات معین کر لیتے ہیں۔ کسی نے نمازِ صبح سے پہلے سو بار کلمہ طیبہ پڑھنا اپنے ذمہ کر لیا ہے، کسی نے نمازِ عشاء کے بعد سو بار درود پڑھنا مقرر کر لیا ہے ــــ اگر اس تعیین و توقیت کو توقیتِ شرعی کی تینوں قسموں سے نہ جانیں تو شریعت کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی عتاب نہیں ــــ جانِ برادر! اگر شاہ ولی اللہ کی القول الجمیل، امام الطائفہ کی صراطِ مستقیم اور ان کے علاوہ اس طائفہ کے اکابر و عمائد کی تصنیف کردہ اس فن کی کتابیں دیکھو تو ان میں از خود لازم کیے ہوئے تعینات سے بہت سی چیزیں پاؤ گے جن میں شریعت کی جانب

[1] القول الجمیل مع ترجمہ شفاء العلیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

سے تعیین و توقیت کا کوئی نام ونشان بھی نہیں ہے۔ دُور کیوں جائیے اور تعیینِ ایام واوقات کی بات کیوں کیجئے، وہاں تو دسیوں اعمال واشغال اور ہیآت وطُرق ایجادی و اختراعی ایسے موجود ہیں جن کا قرونِ سابقہ میں نہ کوئی نام ونشان تھا، نہ ذکر وخبر۔ ان حضرات کو ان کی ایجاد اور ابتداع کا خود اقرار ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں: "ہماری صحبت اور ہماری تعلیم آدابِ طریقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ ان آداب اور ان اشغال کی تعیین حضور سے ثابت نہیں"۔ (ت)

مولوی[۲] خرمعلی در ترجمہ این عبارت گفت۔ (۲) مولوی خرمعلی شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں: (ت)

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک، اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں" اھ ملخصاً

ہم[۳] در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔ (۳) یہی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں: (ت)

"حضرت مصنف محقق نے کلامِ دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہاتِ ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ[۴]"۔

ہمدران[۴] از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد۔ (۴) اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں: (ت)

"مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے[۵]" الخ

باز[۵] خود می گوید۔ (۵) پھر خود لکھا ہے: (ت)

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں[۶]"۔

---

[۱] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳
[۲] " " " " " " " ۱۰۷
[۳] " " " " " " " ۵۱
[۴] " " " " " " "

امام الطائفہ در صراطِ مستقیم سراید: "محققان از اکابر
طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ
مصلحت دید و وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب
ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب
ایں وقت است تعین کردہ و تجدید اشغال نمودہ
شود۱؎۔" اھ ملخصاً

و در حال پیر خود گوید: "در تلقین و تعلیم طریقہ
چشتیہ بازوئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کہ
ایں کتاب مستطاب براں محتوی گردیدہ فرمودند۲؎۔"

سبحان اللہ! ایناں کہ بر اصل شما صراحۃً احداث
فی الدین کردند و قطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ
ازانہا خبرے نہ داشتند، ضال و مبتدع نباشند
بلکہ ہمچناں امام و مقتدا و عرفا و علماء مانند دیگراں
بر ہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع را
جمع نمودند و فعل آنہا را از جملہ اوقات جائزہ فی الشرع
وقتے معین گرفتند، معاذ اللہ گمراہ و بدعتی شوند
للہ انصاف ایں حکم بیجا را چہ گفتہ آید، مگر شریعت
کارے خانگی شماست کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو
گردانید۔ ہاں وہاں اے طالب حق ایناں را
در طغیان و عدوان ایشاں بگذار، و روئے با آثار و
احادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ برتو خوانیم ازین
قبیل ست انچہ در حدیث آمد کہ حضور پرنور سید عالم

(۶) امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے: "محققین
اکابر نے تجدید اشغال کے طریقے میں بڑی کوششیں
کی ہیں، اسی بنا پر مصلحت اور وقت کا تقاضا یہ ہوا
کہ اس کتاب کا ایک باب اس وقت کے مناسب
اشغالِ جدیدہ کے بیان کے لیے معین کیا جائے اور
اشغال کی تجدید عمل میں لائی جائے۔" اھ ملخصاً

(۷) اپنے پیر کے حال میں لکھا ہے: "طریقۂ چشتیہ
کی تلقین و تعلیم میں بازوئے ہمت کشادہ کیا، اور
ان اشغال کی تجدید فرمائی جن پر یہ کتاب مستطاب مشتمل ہے۔"

سبحان اللہ! یہ لوگ جو تمہارے قاعدے کے
مطابق صراحۃً "احداث فی الدین" اور کھلی ہوئی بدعت
جاری کرنے کے مرتکب ہیں، اور بلاشبہ ایسی چیزیں
ایجاد کی ہیں جن کی قرونِ سابقہ میں کوئی خبر نہیں،
وہ تو گمراہ اور بدعتی نہ ہوں بلکہ ویسے ہی امام و مقتدا
اور عرفا ہیں ـــــ دوسرے صرف اتنے
جرم پر کہ انھوں نے شریعت میں ثابت چند پسندیدہ
امور کو یکجا کر دیا، اور ان کو عمل میں لانے کیلئے شریعت
میں جائز اوقات میں سے ایک وقت معین کر لیا،
معاذ اللہ گمراہ اور بدعتی ہو جائیں ـــ للہ انصاف!
اس بے جا حکم اور ناروا زبردستی کو کیا کہا جائے، شاید
شریعت تمہارے گھر کا کاروبار ہے کہ جیسے چاہا ہو
الٹ پھیر کرتے رہو ہوشیار، ہوشیار اے طالبانِ حق

---

۱؎ صراطِ مستقیم مقدمۃ الکتاب باب اول المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۷ و ۸
۲؎ " " باب چہارم " " " ص ۱۶۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارتِ شہدائے احد را سرسال مقرر فرمودند کما سیأتی و آمدن مسجد قبا را روزِ شنبہ[1] کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و روزہ شکر رسالت را روز دوشنبہ[2] کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و با صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاورۂ دینی صبح و شام[3] کما فی صحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و انشائے سفر جہاد را پنجشنبہ[4] کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و طلبِ علم را دوشنبہ[5] کما عند ابی الشیخ و ابن حبان و الدیلمی بسند صالح عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تذکیر را روز پنجشنبہ[6] کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل و علماء ہدایت درس را روز چہارشنبہ کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام

ان کو ان کی سرکشی اور زیادتی میں چھوڑ اور آثار و احادیث کی جانب متوجہ ہو تاکہ ہم کچھ تعیینات عادیہ تجھے سنائیں:

(۱) اسی قبیل سے ہے جو حدیث میں آیا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی زیارت کے لیے ہر سال کا وقت مقرر فرمالیا تھا جیسا کہ آگے ذکر آرہا ہے۔ (۲) اور سنیچر کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ (۳) اور شکرِ رسالت کے لیے دوشنبہ کا روزہ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (۴) اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دینی مشاورت کے لیے وقتِ صبح و شام کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (۵) اور سفر جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی تعیین جیسا کہ اسی صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (۶) اور طلب علم



---

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱؎ صحیح مسلم | باب فضل مسجد قباء | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۴۴۸/۱ |
| ۲؎ " | باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام الخ | " " " | ۳۶۸/۱ |
| ۳؎ صحیح البخاری | باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ | " " " | ۵۵۲/۱ |
| ۴؎ " | باب من اراد غزوۃ الخ | " " " | ۴۱۴/۱ |
| ۵؎ الفردوس بماثور الخطاب | حدیث ۲۳۷ | دار الکتب العلمیہ بیروت | ۷۸/۱ |
| کنز العمال | حدیث ۲۹۳۴۰ | موسسۃ الرسالۃ بیروت | ۲۵۰/۱۰ |
| ۶؎ صحیح البخاری | باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱۶/۱ |
| ۷؎ تعلیم المتعلم | فصل فی بدایۃ السبق | مطبع علیمی دہلی | ص ۴۳ |

الزرنوجی حکایت کردش از اُستاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ وگفت ھکذا کان یفعل ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ صاحب تنزیہ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اھل العلم۔ اینہما از باب توقیت عادی ست حاشا کہ مراد سید الاسیاد علیہ افضل الصلوٰۃ من الملک الجواد آن باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ این روز بر بندہ نوازی و امت پروری وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام نصیب آن شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنند روز دیگر نہ کنند۔ ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ وعظ جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر این تعیین نمود۔ حاش للہ، بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پردازد و تعیین یوم طالبان نیز با آسانی جمع وفراہم سازد۔ ہم بریں قیاس در امور باقیہ آرے در بعضے ازانہا مرجحی جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعظم برکت در بکور پنجشنبہ در رجائے اتمام در بدایت چہار شنبہ کہ حدیثے ذکر کنند ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الا تمّ و در بعض دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت

کے لیے دوشنبہ کی تعیین، جیسا کہ ابوالشیخ، ابن حبان اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

(۷) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و تذکیر کے لئے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو وائل سے مروی ہے۔

(۸) اور علمائے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی تعلیم المتعلم میں ہے، انھوں نے اپنے استاد امام برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ سے اس کی حکایت فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔ صاحبِ تنزیہ الشریعۃ نے فرمایا اور اسی طرح ایک جماعتِ علماء کا دستور رہا ہے۔

یہ سب توقیت عادی کے باب سے ہیں۔ حاشا کہ [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ ہو کہ انتہائے سال کے علاوہ کسی دوسرے وقت کی زیارت، زیارت نہیں، یا جائز نہیں، یا اُس دن بندہ نوازی، امت پروری اور قدم مبارک کی خاک پاک سے مزاراتِ شہدائے کرام کو شرف بخشنے پر جو اجرِ عظیم اُس شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوگا وہ دوسرے دن نہ ملے گا۔

---

ؐ تعلیم المتعلم — فصل فی بدایۃ السبق الخ — مطبع علیمی دہلی — ص ۴۳
ۃ تنزیہ الشریعۃ — باب ذکر البلدان والایام الخ — فصل ثانی حدیث ۴۴ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۲/۵۶
ۃ تعلیم المتعلم — فصل فی بدایۃ السبق الخ — مطبع علیمی دہلی — ص ۴۳
تنزیہ الشریعۃ — باب ذکر البلدان والایام الخ — فصل ثانی حدیث ۴۴ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۲/۵۶

درو ے کم از تذکیر و تیسیر نیست۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم و چہلم و شش ماہ و سر سال کہ بعضے ازانہا مصلحتے خاص دارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاددہانی معتاد و معہود گردید ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود کا مقصود یہ نہ تھا کہ پنج شنبہ کے علاوہ کسی اور دن[1] وعظ نہیں، یا دوسرے دن اس کا جواز نہیں، یا دوسرے[2] دن یہ اجر فوت ہوجائے گا، یا شرع[3] مطہر نے یہ تعیین فرمائی تھی۔ ہرگز نہیں ــ بلکہ یہی ایک عادت مقرر کرلی تھی تاکہ ہر ہفتہ میں مسلمانوں کی تذکیر کا کام انجام دیتے رہیں، اور دن متعین ہونے کی وجہ سے طالبانِ خیر آسانی سے جمع ہوجائیں ـــ اسی طرح باقی امور کو قیاس کرو۔ ہاں ان میں سے بعض میں کوئی الگ مرجح بھی موجود ہے، جیسے دوشنبہ کے دن بعثت کا وقوع اور علمِ نبوت کا حصول ـــ اور پنجشنبہ کو صبح سویرے نکلنے میں عظیم برکت کا وجود ـــ اور چہارشنبہ (بدھ) کو شروع کرنے میں تکمیل کی اُمید ـــ کہ یہاں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ "جو کام بھی چہارشنبہ کو شروع کیا جائے وہ پُورا ہو"۔ اور بعض دیگر میں یہی ترجیح ارادی ہے جس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی کی مصلحت ضرور کارفرما ہے۔ اسی باب سے سوم، چہلم، چھ ماہ اور انتہائے سال کے تعینات جو لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی و یاددہانی کے خیال سے رائج و معمول ہیں۔ اور اصطلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)

اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ را عم نسب و پدر علم و جد طریقت بود شنیدنی دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود۔ وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ انتظار فریادرسی می برد۔ وصدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند[1] اھ

یہاں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (جو امام الطائفہ کے نسبی چچا، علمی باپ اور طریقت میں دادا تھے) کا کلام سُننے کے قابل ہے۔ تفسیر عزیزی میں قولِ باری عزوجل "والقمر اذا اتسق" کے تحت فرماتے ہیں: "وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دُعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ موت سے ایک سال تک خصوصاً چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں"۔ اھ (ت)

[1] تفسیر عزیزی آیہ والقمر اذا اتسق کے تحت مذکور ہے لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران و پدران خود شاں باہتمام تمام بجا می آوردند و پیش ایشاں برقبور درویشاں اجتماع مردم و فاتحہ خوانی و تقسیم طعام و شیرینی تجویز و تقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری و ساری است۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہاں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بیکار می برند بر شاہ صاحب زبانِ مطاعن و مثالب کشود و رقم نمود "کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستند ی۔ عرس بزرگاں خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی در انجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا یعبد می کنند[1]" اھ ملخصا۔

زیادہ پُر لطف بات یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیروں اور باپ دادا کا عرس پُورے اہتمام سے کرتے تھے اور اُن کے سامنے ان کی اجازت سے اور ان کے برقرار رکھنے سے درویشوں کی قبروں پر آدمیوں کا اجتماع، فاتحہ خوانی اور طعام و شیرینی کی تقسیم ہوتی تھی، جیساکہ سبھی اہل سجادہ میں جاری و ساری ہے۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی نے ان ہی بے وزن شبہات کے تحت جو حضرات منکرین پیش کرتے ہیں، شاہ صاحب کے ان افعال کے باعث شاہ صاحب زبانِ لعن طعن دراز کی اور لکھا کہ: "وہ لوگ جن کے اقوال ان کے افعال کے مطابق نہیں، اپنے بزرگوں کا عرس اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال مقبرے پر اجتماع کرکے وہاں طعام و شیرینی تقسیم کرکے ان مقبروں کو "بُتِ معبود" بناتے ہیں۔" اھ ملخصاً (ت)

شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ "عرس بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی ست بر جہل با حوال مطعون علیہ زیراکہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آن ست کہ آن روز مذکر انتقال ایشاں می باشد، از



شاہ صاحب "رسالہ ذبیحہ" میں جو مجموعہ زبدۃ النصائح میں چھپا ہے اس طعن کے جواب میں فرماتے ہیں "قولہ عرس بزرگان خود الخ ــــ یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے اس لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام کو کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے تحصیلِ برکت اور ایصالِ ثواب، تلاوتِ قرآن، دُعائے خیر اور تقسیمِ شیرینی و طعام سے ان کی امداد باجماعِ علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے ــــ اور

[1] مفتی عبدالحکیم پنجابی

دار العمل بدار الثواب والاجر روز کہ این عمل واقع شود موجبِ فلاح و نجات ست وخلف را لازم ست کہ سلف خود را بایں نوع بر واحسان نماید[1] ۔ باز تعیین سر سال والتزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[2] یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال باُحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بر درۂ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام می کرد و می فرمود سلام باد بشما بر شکیبائی شما ۔ پس چہ نیکوست سرائے آخرت و امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت[3] نمود وقال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاتی قبور الشھداء علی راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر و عمر و عثمٰن یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر ہر سال بر خاکِ شہدا قدم رنجہ می فرمود و می گفت سلام علیکم الآیۃ ۔ بعدہٗ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین نیز ہمچناں میکردند رضی اللہ

روزِ عرس کا تعین اس لیے ہے کہ وہ دن دار العمل سے دار الثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاد دہانی کرنے والا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح و نجات کا سبب ہے ۔ اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے ۔ پھر سال کے تعین اور اس کے التزام کے سلسلے میں احادیث سے سند ذکر فرمائی کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر سال اُحد تشریف لاتے، جب درہ کوہ پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے : تمھیں سلام ہو تمھارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے[2] اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو ۔ آخر تک ۔ حضور کے بعد حضرت صدیق و فاروق اور ذی النورین بھی ایسا ہی کرتے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

---

[1] زبدۃ النصائح

[2] درمنثور بحوالہ ابن منذر و ابن مردویہ زیر آیۃ سلام علیکم الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/۵۸

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " " مطبعہ میمنہ مصر ۱۳/۸۴

تعالیٰ عنہم ۔ و در تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشھداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ٥ والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون[1] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال بمزار شہداء می شد و آیہ مذکورہ می خواند و ہمچنان حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین[2]

۶ اور تفسیر کبیر میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور آیہ مذکورہ پڑھتے، اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (ت)

بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن ملامت نیست۔ این قدر را حرام و بدعت شنیعہ گفتن جہلے ست صریح و خطائے قبیح۔ شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چنان آوردہ اند

**سوال:** تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و توشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذلک ہمچنان تخصیص خورندگان چہ حکم دارد؟

**جواب:** فاتحہ و طعام بلاشبہہ از مستحسنات ست و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتداءً بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ[3]

الحاصل حق یہ ہے کہ مذکورہ تخصیصات سبھی تعینات عادیہ سے ہیں جو ہرگز کسی طعن اور ملامت کے قابل نہیں۔ اتنی بات کو حرام اور بدعت شنیعہ کہنا کھلی ہوئی جہالت اور قبیح خطا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین دہلوی مرحوم نے اپنے فتوے میں کیا ہی عمدہ انصاف کی بات لکھی ہے۔ ان کی عبارت یوں نقل کی گئی ہے:

**سوال:** بزرگوں کی فاتحہ میں کھانوں کو خاص کرنا، مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا، شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ میں توشہ وغیر ذلک، یوں ہی کھانے والوں کو خاص کرنا، ان سب کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** فاتحہ اور طعام بلاشبہہ مستحسن ہیں، اور تخصیص جو مخصص (خاص کرنے والے) کا فعل ہے

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی زیر آیہ سلام علیکم مطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۷/۴۵

[2] زبدۃ النصائح

[3] فتاوی شاہ رفیع الدین

وُہ اس کے اختیار میں ہے، ممانعت کا سبب نہیں ہوسکتا۔ یہ خاص کرلینے کی مثالیں، سب عرف اور عادت کی قسم سے ہیں جو ابتدا ء میں خاص مصلحتوں اور خفی مناسبتوں کی وجہ سے رُونما ہوئیں پھر رفتہ رفتہ عام ہوگئیں۔" الخ

**ثم اقول** بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدمِ مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود۔ امام احمد در مسند بسندِ حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا راوی ست حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لا لك ولا علیك[1] روزہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند لا لك فیہ مزید ثواب ولا علیك فیہ ملام ولا عتاب[2] نہ ترا دروے افزونی ثوابے نہ بر تو دروے ملامتے وعتابے۔ روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نیاید مضر ہم نباشد و ھو المراد آرے ہر عامی کہ ایں تعین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصالِ ثواب در غیرایں ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب ایں ایام از ایام دیگر اتم ست وافر بلاشبہہ غلط کار وجاہل و درین خاطی ومبطل ست، امّا این قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذابِ قطعی و وعید حتمی گردد۔ چنانکہ امام الطائفہ در تقویۃ الایمان اعتقاد دارد و این جہالتِ فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بتر ست آں

**ثمّ اقول** بلکہ اگر یہاں خود کوئی دینی مصلحت نہ ہو (تو بھی حرام نہیں ہوسکتا) کیونکہ مصلحت نہ ہونے کا معنٰی یہ نہیں کہ مفسدہ موجود ہے کہ باعثِ انکار ہوجائے ورنہ مباح کہاں جائے گا؟

امام احمد مسند میں بسندِ حسن ایک صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنیچر کے روزے نہ تیرے لیے نہ تیرے اوپر — علماء نے اس کی شرح میں فرمایا: نہ تیرے لیے اس میں کسی ثواب کی زیادتی ہے نہ اس میں تجھ پر کوئی عتاب اور ملامت  واضح ہوا کہ بے وجہِ تخصیص کے خاص کرلینا اگر مفید نہ ہو تو مضر بھی نہ ہوگا، اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ ہاں جو عامی شخص اس تعینِ عادی کو توقیتِ شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصالِ ثواب ہوگا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایام سے زیادہ کامل و وافر ہے، تو بلاشبہہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطا کار اور صاحبِ باطل ہے — لیکن اتنا گمان اصل ایمان میں خلل نہیں لاتا، نہ ہی کسی قطعی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۹/۳۶۸
[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۵۱۲۰ دارالمعرفت بیروت ۴/۳۳۰

از جہلے وجزافے بیش نیست۔ واین ضلال بعید و
اعتزال شدیدست ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز
الحمید اینجانیز حصۂ امام الطائفہ در سفاہت وسخافت و
حمق وجزافت پیداست۔ یقال لھم لیس من یعلم
کمن لا یعلم ہمچناں انچہ عوام جہلہ در باب ایصال
ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریاء وسُمعہ و
تفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ در سوم جماعتے یکجا
نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند و فریضہ استماع از
دست دہند این ہمہ ممنوع ومحظور ومکروہ ومحذورست
علما را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ
باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را زنند۔
چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ
تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیر محظورات
عدیدہ خو کردہ اند۔ این معنی مستلزم نہی از نماز نباشد
بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر وترہیب می باید کرد،
وبرادائے نماز تحریص وترغیب این ست۔ سخن مجمل و
قولِ فیصل کہ خواص آنسو وبعض عوام این سو ہر دو را
گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق این است واز حق نشاید
گزشت واللہ الہادی الی سبیل الرشاد
والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد
وآلہٖ وصحبہ الامجاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہٗ اتم۔

عذاب اور حتمی وعید کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ
امام الطائفہ کا اپنی تقویۃ الایمان میں یہ اعتقاد ہے
اور اس کی یہ جہالتِ فاحشہ اس عامی کی جہالت سے
بدرجہا بدتر ہے —— وہ ایک نادانی اور اٹکل سے
زیادہ نہیں، اور یہ بڑی گمراہی اور شدید اعتزال ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید —— یہاں
بھی سفاہت، سخافت، حماقت اور جزافت میں امام
الطائفہ کا حصہ نمایاں ہے۔ ان سے کہا جائے گا
جاننے والا انجان کی طرح نہیں۔ اسی طرح جاہل عوام
نے ایصالِ ثواب کے باب میں جو ناپسندیدہ امور
پیدا کر لیے ہیں —— جیسے نمائش، ناموری، مفاخرت،
مالداروں کو جمع کرنا، محتاجوں کو منع کرنا، اور یہ کہ سوم
میں ایک جماعت اکٹھا بیٹھتی ہے اور سب کے
سب بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور سننے کا
فرض ترک کرتے ہیں، یہ سب ممنوع و ناروا، مکروہ
اور بُرا ہے —— علماء کو چاہئے کہ ان زائد مفاسد
پر سرزنش کریں نہ یہ کہ پوری بے لگامی اور زبان درازی سے
اصل عمل ہی کو ختم کر ڈالیں، جیسے بہت سے عوام نماز
خصوصاً نوافل میں جنھیں تنہا ادا کرتے ہیں تعدیلِ ارکان
وغیرہ کی عدم رعایت جیسے متعدد ممنوعات کے عادی
ہیں، یہ حالت اس کو مستلزم نہیں کہ انھیں نماز ہی
سے روک دیا جائے، بلکہ ان بُری عادات سے بچانا
اور ڈرانا چاہئے اور نماز ادا کرنے کی تشویق و ترغیب ہونی چاہئے —— یہ ہے اجمالی کلام اور قولِ فیصل، جو اس
طرف کے خواص اور اِس طرف کے بعض عوام دونوں پر گراں گزرے گا، مگر کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق
سے تجاوز نہیں ہو سکتا —— اور خدا ہی راہِ ہدایت کی جانب ہادی ہے —— فیاض آقا حضرت محمد،
اور انکی بزرگ آل و اصحاب پر درود و سلام ہو اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس ذات بزرگ کا علم سب سے کامل ہے۔ (ت) ؎